واقعہ کربلا

پس منظر، حقائق اور نتائج

(حصہ سوم)

شیخ طریقت متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

خانقاہ حنفیہ، مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

فہرست

کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق: 4

علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) بچ گئے: 4

قافلہ سادات کی خواتین کا احترام: 5

زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا ابن زیاد کو خطاب: 5

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ابن زیاد کو خطاب: 5

قافلہ سادات دمشق میں: 6

بعض غیر مستند اور من گھڑت تاریخی روایات: 6

قابل مذمت رویہ: 6

قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل: 6

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبد اللہ کا رونا چلانا: 7

یزید کے دربار میں پیش آنے والا ایک واقعہ: 7

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یزید کو تنبیہ: 7

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی: 8

حفاظتی دستہ کا حسن سلوک: 8

قافلہ سادات کی مدینہ آمد: 8

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران: 9

1: اہلِ کوفہ: 9

2: عبید اللہ بن زیاد: 10

3: شمر ذی الجوشن: 10

4: عمر بن سعد: 10

5: سنان بن انس نخعی: 11

6: خولی بن یزید الاصبحی: 11

7: یزید: 11

بری الذمہ نہ ہونے کی پہلی وجہ: 11

بری الذمہ نہ ہونے کی دوسری وجہ: 12

یزید کے اظہار افسوس کی حقیقت: 12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے خاندانِ نبوت اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو جو کمالات عطا فرمائے ہیں اس کی نظیر نظر نہیں آتی۔ خوشی اور سکھ کے موقع پر شکر جبکہ غمی اور دکھ کے موقع پر صبر ان کا طرہ امتیاز تھا، مشکل سے مشکل حالات ان کی زندگیوں میں پیش آئے لیکن ہر موقع پر انہوں نے صبر و استقامت کی وہ مثال قائم کی ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

کربلا سے کوفہ، کوفہ سے دمشق:

کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلہ کے 72 افراد جام شہادت نوش کر گئے، ان میں چند خواتین کچھ بچے اور حضرت زین العابدین رحمہ اللہ بچ گئے۔ ان کو پہلے کربلا سے کُوفہ ابن زیاد کے دربار میں پھر وہاں سے شام یزید کے دربار میں لایا گیا۔

علی بن حسین (زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) بچ گئے:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے سے بچ جانے والے افراد کو عمر بن سعد کُوفہ ابن زیاد کے دربار میں لایا، جن میں خواتین، بچے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے علی (جو زین العابدین کے لقب سے مشہور ہوئے) بھی تھے، اس وقت ان کی عمر 23 سال تھی۔ عین لڑائی کے وقت چونکہ یہ شدید بیمار تھے جس کی وجہ سے خیمے سے باہر تشریف نہ لا سکے، عمر بن سعد نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ اس کو قتل نہ کرو۔

قافلہ سادات کی خواتین کا احترام:

عبید اللہ بن زیاد ظالم و جابر اور سنگدل انسان ہونے کے باوجود اس سارے معاملے کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بغاوت سمجھتا تھا اور اس کے نزدیک باغی صرف وہی مرد تھے جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے۔ گھر کے بچوں اور خواتین کو باغی اور سزا کا مستحق بھی نہیں سمجھتا تھا۔ اس لیے اس نے قافلہ حسینی کی خواتین اور بچوں سے بدسلوکی نہیں کی، بلکہ ان کی رہائش، لباس اور خوارک کا بھی انتظام کرایا۔

زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا ابن زیاد کو خطاب:

قافلہ حسینی کے تمام مرد سوائے حضرت علی بن حسین (زین العابدین رحمہ اللہ) کے کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ جب حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کوفہ میں ابن زیاد کے دربار میں پہنچے تو ابن زیاد نے انہیں باغی سمجھ کر قتل کرنا چاہا لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی بہن سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے ابن زیاد! کیا ابھی تک ہمارے خون سے آپ کی پیاس نہیں بجھی؟ اگر تو علی بن حسین (زین العابدین) کو قتل کرنا چاہتا ہے تو پھر ہمیں بھی ساتھ قتل کرنا ہو گا۔

زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا ابن زیاد کو خطاب:

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ نے ابن زیاد کا ارادہ دیکھا کہ وہ قتل کرنے پر تُلا ہوا ہے تو اس سے فرمایا: ابن زیاد! ان خواتین کے ساتھ کسی صالح متقی انسان کو بھیجنا جو اسلام کی تعلیمات کے مطابق ان کی رفاقت اختیار کر سکے۔

قافلہ سادات دمشق میں:

اس پر ابن زیاد نے سپاہیوں سے کہا کہ اس کو چھوڑ دو یہ خود اپنی خواتین کے ساتھ جائے۔ اس کے بعد اس نے قافلہ حسینی کا سامان سفر تیار کر کے یزید کے پاس دمشق (شام) بھیج دیا۔

بعض غیر مستند اور من گھڑت تاریخی روایات:

بعض تاریخی روایات میں یہ باتیں بھی ملتی ہیں کہ عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ سے دمشق تک قافلہ سادات کی خواتین کے ساتھ انتہائی بدسلوکی کی، انہیں ننگے سر چلایا گیا، ان کے پاوں میں زنجیریں ڈالی گئیں، قیدیوں کی طرح انہیں اونٹوں پر بٹھایا گیا۔ مگر اس بدسلوکی کی کسی تاریخ میں معتبر سند ثابت نہیں ہے۔

قابل مذمت رویہ:

آج کل اس سارے واقعہ کو العیاذ باللہ فلمایا جاتا ہے۔ ابن زیاد، اس کے سپاہیوں، قافلہ سادات کی خواتین اور بچوں کے فرضی کردار دکھائے جاتے ہیں، اس سے سادات خاندان اور اہل بیت کے قافلے کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

قافلہ سادات کے سامنے یزید کا ردِ عمل:

سادات کا قافلہ جب دمشق میں داخل ہوا، یزید کے دربار میں پہنچا، تو یزید نے اس پر سخت افسوس کا اظہار کیا اور روتے ہوئے کہا کہ میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ بغیر قتل کے گرفتار کیا جاتا۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے، اس نے قتل ہی کرا دیا۔ اللہ کی قسم! میں وہاں موجود ہوتا تو معاف کر دیتا، اللہ تعالیٰ حسین رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبد اللہ کا رونا چلانا:

یزید کی بیوی ہندہ بنت عبد اللہ نے جب خبر سنی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس نے یزید سے کہا: اے امیر المومنین! کیا بنت رسول کے بیٹے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے؟ یزید نے کہا کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے۔ خدا ابن زیاد پر لعنت کرے! اس نے اس معاملے میں جلدی کی۔ اس پر ہندہ بنت عبد اللہ زور زور سے رونے (نوحہ کرنے) لگیں۔

یزید کے دربار میں پیش آنے والا ایک واقعہ:

حضرت زین العابدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید کے پاس لے جایا گیا، ہمیں دیکھ کر اس کی آنکھ بھر آئی اور اس نے ہمیں وہ سب دیا جو ہم نے چاہا، یزید کے دربار میں نیلی آنکھوں والا ایک سرخ رنگت کا آدمی تھا اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ایک کم عمر بیٹی کی طرف دیکھا اور کہا: امیر المومنین یہ لڑکی مجھے دے دیں۔ یہ سن کر زینب بنت علی رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! نہ تجھے حق ہے نہ یزید کو۔

نیلی آنکھوں والے نے پھر یہی بات کہی۔ یزید نے کہا: خاموش رہو۔

تب فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے یزید! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں قیدی بنائی جائیں گی؟ یہ سن کر یزید رو پڑا اس کے ساتھ سبھی لوگ بھی رو دیے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی یزید کو تنبیہ:

اس موقع پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔

انہوں نے یزید سے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر انہیں اس حال میں دیکھتے تو وہ جیسا سلوک کرتے، آپ ویسا ہی سلوک کریں۔ یہ سن کر یزید نے ان کے لیے اچھا انتظام کرایا، رہائش، لباس، خوراک اور عطیات و ہدایا پیش کیے اور کہا اگر ابن زیاد کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رشتہ ہوتا تو ان کو قتل نہ کرتا۔

قافلہ سادات کی مدینہ روانگی:

یزید نے جب قافلہ سادات کو روانہ کیا تو حضرت زین العابدین رحمہ اللہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا: اللہ ابنِ مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) پر لعنت کرے۔ بخدا اگر میں خود اس جگہ ہوتا تو آپ کے والد حضرت حسین رضی اللہ عنہ جو کچھ کہتے میں قبول کرلیتا، جہاں تک ممکن ہوتا ان کو قتل ہونے سے بچاتا، اگرچہ مجھے اپنی اولاد بھی قربان کرنا پڑتی لیکن جو کچھ ہونا تھا وہ ہوگیا۔

صاحبزادے! آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو مجھے اطلاع بھیجنا۔ میں نے آپ کے ساتھ جانے والے حفاظتی دستے کو ہدایات دے دی ہیں۔

حفاظتی دستہ کا حسن سلوک:

یہ قافلہ خیریت کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا، حفاظتی دستے نے ہر طرح سے قافلہ سادات کی عزت و احترام کا خیال رکھا، رات کو جس جگہ پڑاؤ ڈالتے، خود قافلے سے دور ہو جاتے، ان کا پہرہ دیتے۔ ایسی جگہ ٹھہراتے جہاں وضو اور دیگر ضروریات کی زحمت نہ ہوتی۔

قافلہ سادات کی مدینہ آمد:

جب یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچا، تو حفاظتی دستے کے اچھے برتاؤ سے متاثر

ہو کر فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ان لوگوں نے ہمیں سفر میں ہر طرح کی ممکنہ راحت دی ہے ہمارے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اس لیے ان کے احسان کے بدلے میں ان کو ہدیہ دینا چاہیے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ اب ہمارے پاس اپنے زیور کے سوا اور کچھ نہیں۔ دونوں نے اپنے اپنے زیور اتارے اور حفاظتی دستے کے سالار کے سامنے پیش کیے۔

اس پر اس نے جواب دیا: اگر دنیا کے لیے یہ حسن سلوک کیا ہوتا تو یہ زیور بلکہ اس سے بھی کم چیز سے میں خوش ہو جاتا لیکن میں نے یہ صرف اللہ کی خاطر اور آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری کی خاطر کیا ہے۔

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران:

انصاف یہ ہے کہ اس سارے سانحے کا ذمہ دار کسی ایک فرد کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس میں مختلف افراد اور گروہ شریک ہیں۔ بعض سازشی عناصر، بعض نادان جبکہ بعض ضدی لوگ شامل ہیں۔ مختصراً ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1: اہلِ کوفہ:

جنہوں نے ہزاروں خطوط لکھے، مشکل وقت میں ساتھ دینے کے بجائے بے وفائی کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل حسین کے ذمہ داران میں سے زیادہ غصہ اہل کوفہ پر تھا۔

ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا: اللہ ان لوگوں (اہل کوفہ) کو ہلاک کرے انہوں نے حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔

خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اپنے الفاظ موجود ہیں: اے اللہ! آپ ہی ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمائیں۔ انہوں نے ہمیں بلایا کہ ہماری مدد کریں گے لیکن اب ہمیں قتل کر رہے ہیں۔

2: عبید اللہ بن زیاد:

اس بدبخت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی مجرم کی حیثیت دی اور بلا رعایت ان کے خلاف کارروائی کا حکم دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر مبارک کو دیکھ کر اس کا دل نرم نہ ہوا۔ مستند تاریخی روایات کی روشنی میں سانحہ کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بنیادی ذمہ داروں میں اس کا نام بھی شامل ہے۔

3: شمر ذی الجوشن:

یہ بدبخت جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا اور زخمی بھی ہوا، لیکن کربلا میں ابن زیاد کے لشکر کا نائب سالار یہی تھا۔ ابن زیاد کو سخت ترین اقدامات پر مجبور کرنے والا یہی تھا۔

4: عمر بن سعد:

حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ آور فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ یہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف کسی کارروائی میں شریک نہیں ہونا چاہتا تھا لیکن ابن زیاد کی دھمکیوں اور "رے" کے علاقے کی گورنری کی لالچ میں اس جنگ میں شریک ہوا۔

اگرچہ بعض روایات کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ کے قتل پر عمر بن سعد کو بہت دکھ ہوا اور وہ بہت رویا یہاں تک کہ اس کی داڑھی تر ہو گئی۔ لیکن اس کے باوجود اس کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ فوج کی کمان اسی کے ہاتھ میں تھی۔ اگر یہ چاہتا تو حر بن یزید رحمہ اللہ کی طرح ابن زیاد کی فوج سے علیحدہ ہو کر قافلہ حسینی میں شامل ہو جاتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔

5: سنان بن انس نخعی:

اس نے شِمر ذی الجوشن کے حکم پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر نیزے کا سخت وار کیا۔

6: خولی بن یزید الاصبحی:

اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک تن سے جدا کیا، یہ یمن کے قبیلہ حمیر سے تعلق رکھتا تھا جہاں سے عبد اللہ بن سباء نے جنم لیا تھا۔

7: یزید:

معتبر اور مستند تاریخی روایات کی روشنی میں صحیح بات یہی ہے کہ یزید نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن حقائق کی روشنی میں اسے سارے واقعے سے بری الذمہ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بری الذمہ نہ ہونے کی پہلی وجہ:

سارے واقعے میں اس کی کوئی حکمت عملی درست معلوم نہیں ہوتی۔ اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے کہ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کرانا چاہتا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے صاف طور پر عبید اللہ بن زیاد کو یہ

کیوں نہ لکھا کہ قافلہ حسینی کو پوری عزت و احترام کے ساتھ دمشق (شام) بھیجا جائے، اس قافلہ کے کسی شخص کو قتل نہیں کرنا۔

اگر یزید کی طرف سے یہ واضح کر دیا جاتا تو ابن زیاد کبھی قتل کا اقدام نہ کرتا۔ وہ یزید کی حکومت کا پکا وفادار تھا کسی صورت بھی یزید کی مخالفت نہ کرتا۔

بری الذمہ نہ ہونے کی دوسری وجہ:

یزید اس سانحے کے وقت حکومت کے سب سے اونچے عہدے پر تھا، قاتلوں کو ان کے کیفرِ کردار تک پہنچانے کے مکمل اختیارات اس کے پاس تھے۔ لیکن اختیارات کو بروئے کار لا کر قاتلین اور ذمہ داران کو سزائیں دینے یا کم از کم ان کو عہدوں سے برطرف کرنے کے بجائے محض مذمتی بیان دینے پر اکتفا کرنا اس کا وہ بنیادی جرم ہے جس کا داغ اس کے دامن سے کبھی نہیں دھل سکے گا۔

یزید کے اظہار افسوس کی حقیقت:

کربلا کے بعد بھی اس کی طرف سے ایسے خونی معرکے ہوئے جن میں واقعہ حرہ بطور خاص تاریخ کے سینے پر ثبت ہے۔ یزید کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر فوج کشی کی گئی، ان مبارک شہروں کے تقدس کو پامال کیا گیا۔ جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یزید کا بظاہر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر اظہار افسوس کرنا اپنی بدنامی کو مٹانے کی ایک تدبیر کے سوا کچھ نہ تھا۔

والسلام

پیر، 15 اگست، 2022ء